magazine.mohaddis.com

عبد الرؤف بن عبد الحنان، کویت

قیامت کے دن لوگوں کو کیا اُن کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا؟

بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے نام کے ساتھ ان کے باپ کا نام لیا جائے گا یا اُن کی ماں کا نام؟... اس بارے میں بکثرت سوالات کے پیش نظر قدرے تفصیل حاضر خدمت ہے۔

صحیح موقف

درست یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اُن کے باپوں ہی کے نام سے بلایا جائے گا، ماؤں کے نام سے نہیں جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے۔ محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی موقف ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: باب ما یُدعٰی الناس بآبائھم یعنی ''یہ بیان کہ لوگوں کو ان کے آبا کے ناموں سے بلایا جائے گا۔'' اس باب کے تحت وہ عبد اللہ بن عمرؓ کی درج ذیل حدیث لائے ہیں:

«إِنَّ الغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلاَنِ بْنِ فُلاَنٍ...»[1]

''خائن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔''

ابن بطال اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان: «ھٰذہ غدرۃ فلان بن فلان» میں ان کا ردّ ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ اس

1 صحیح بخاری: ۶۱۷۸، باب ما یُدعی الناس بآبائھم

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

صورت میں اُنکے باپوں کا پتہ نہیں چلے گا جبکہ حدیثِ مذکور اُنکے اس قول کے خلاف ہے۔''[1]

علاوہ ازیں دیگر محدثین اور شارحین حدیث نے بھی اس بات کا انکار کیا ہے کہ روزِ قیامت لوگوں کے نام کے ساتھ ان کی ماں کا نام آئے گا۔ اس بارے میں ایک صریح حدیث بھی ہے مگر وہ اسنادی اعتبار سے ضعیف ہونے کی بنا پر قابل استدلال نہیں۔ وہ حدیث سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے:

«إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فأحسنوا أسمائكم»[2]

''یقیناً تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے آباء کے نام سے بلائے جاؤ گے، چنانچہ تم اپنے اچھے اچھے نام رکھو۔''

اسے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن ابی زکریا از ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف اس لیے ہے کہ ابن ابی زکریا نے ابو درداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ جیسا کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے بعد صراحت کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۰/۵۷۷) میں اسی طرح کہا ہے اور حافظ منذری رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۷/۵۷) میں کہا ہے کہ ان کا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ صحیح موقف تو یہی ہے، دیگر موقف نیچے ملاحظہ کریں۔

دوسرا موقف اور ان کے دلائل

جن علما نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو اُس کی ماں کے ناموں سے بلایا جائے گا، باپ کے نام سے نہیں۔ ان کے درج ذیل دلائل ہیں:

① **پہلی دلیل:** اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد: ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾[3]

'' جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔''

محمد بن کعب نے بإمامهم کی تفسیر میں کہا ہے: قيل يعني بأمهاتهم کہا گیا ہے ''یعنی ان کی ماؤں

۱ شرح البخاری از ابن بطال: ۹/۳۵۴ ؛ فتح الباری: ۱۰/۵۶۳

۲ مسند احمد: ۵/۱۹۴؛ سنن ابو داؤد: ۴۹۴۸؛ صحیح ابن حبان: ۷/۵۲۸؛ شرح السنہ از بغوی: ۱۲/۳۲

۳ سورۃ بنی اسرائیل: ۷

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

کے ناموں سے۔'' ان کے اس قول کو امام بغویؒ اور امام قرطبیؒ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں تین حکمتیں ہیں: ''عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے شرف کی بنا پر اور اولادِ زنا کی عدم رسوائی کی وجہ سے۔''[1]

مگر محمد بن کعب کے اس قول کے بارے میں علامہ شنقیطی نے کہا ہے:

قول باطل بلا شك، وقد ثبت في الصحيح من حديث ابن عمر[2]

''یہ قول بلاشبہ باطل ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کی حدیث سے ثابت ہے۔''

اس کے بعد اُنہوں نے ابن عمرؓ کی مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح زمخشریؒ نے بھی امام کی تفسیر "أمھات" سے کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

ومن بدع التفسير أن الإمام جمع الأم، وإن الناس يدعون بأمهاتهم[3]

''انوکھی تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ 'امام' اُمّ کی جمع ہے اور لوگوں کو قیامت کے دن ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا...''

زمخشری کی اس انوکھی تفسیر کا ردّ امام ناصر الدین احمد بن منیر مالکی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

ولقد استبدع بدعًا لفظا ومعنى، فإن جمع الأم المعروف الأمهات، إما رعاية عيسى (عليه السلام) بذكر أمهات الخلائق ليذكر بأمه فيستدعي أن خلق عيسى (عليه السلام) من غير أب غميزة في منصبه، وذلك عكس الحقيقة، فإن خلقه من غير أب كان له آية، وشرفًا في حقه، والله أعلم[4]

''زمخشریؒ نے لفظی اور معنوی بدعت کا سہارا لیا ہے، کیوں کہ اُمّ کی معروف جمع (امام نہیں بلکہ) 'اُمّہات' ہے۔ رہا عیسیٰ علیہ السلام کا خیال رکھتے ہوئے لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارنا تاکہ ان عیسیٰ علیہ السلام کی ماں کا ذکر کیا جائے تو امام زمخشریؒ کا یہ کہنا اس بات کا متقاضی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش کے تذکرے سے ان کے منصب پر حرف آتا ہے، حالانکہ یہ

---

١ معالم التنزیل از بغوی: ۵/ ۱۱۰؛ الجامع لاحکام القرآن از قرطبی: ۵/ ۶۲۸
٢ اضواء البیان از محمد امین شنقیطی: ۲/ ۳۲۲
٣ تفسیر کشاف: ۲/ ۳۶۹
٤ الانتصاب فیما تضمنہ الکشاف من الاعتزال: ۲/ ۳۶۹ تفسیر کشاف کے حاشیہ پر

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

حقیقت کے بر عکس ہے کیوں کہ ان کی بغیر باپ کے تخلیق تو ان کے لیے معجزہ اور عظیم شرف ہے۔"

بعض دیگر علما نے بھی مذکورہ تمام حکمتوں کا ردّ کیا ہے اور بعض نے اس ردّ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔[1]

'امام' کی درست تفسیر

یہاں لفظ إمام کی نامور مفسرین نے چار تفسیریں کی ہیں مگر ان میں سے سب سے معتبر تفسیر یہ ہے کہ یہاں 'امام' سے مراد آدمی کا اعمال نامہ ہے کیوں کہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ "تو جسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔" کے بعد اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ﴾ حافظ ابن کثیرؒ نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور علامہ شنقیطیؒ نے ان کی تائید کی ہے۔[2]

فائدہ: امام کی تفسیر نبی اور پیشوا سے بھی کی گئی ہے، جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال بعض السلف: هذا أكبر شرف لأصحاب الحديث لأن إمامهم النبی[3]

"بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ اصحابِ حدیث کے لیے بہت بڑا شرف ہے کیوں کہ ان کے امام نبی ﷺ ہیں۔"

② **دوسری دلیل:** بعض کمزور بلکہ، سخت ضعیف قسم کی روایات ہیں جو درج ذیل ہیں:

ا۔ حدیث انس رضی اللہ عنہ جس کے الفاظ یہ ہیں:

يُدعى الناس يوم القيامة بأمهاتهم سترًا من الله عز وجل عليهم[4]

"روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ستر پوشی کرتے ہوئے لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔"

اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے 'الموضوعات' میں روایت کیا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال

---

1. تفسیر روح المعانی از آلوسی: ۱۵/ ۱۲۱
2. تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۲۷؛ اضواء البیان: ۲/ ۳۲۲
3. تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۲۶
4. الکامل فی الضعفاء از ابن عدی: ۱/ ۳۳۶

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

میں ابن عدیؒ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس میں بأمهاتهم کی بجائے "بأسماء أمهاتهم" ہے۔ مگر اس کی سند اسحٰق بن ابراہیم کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

علامہ سیوطیؒ اس حدیث کے مستند ہونے کا رجحان رکھتے ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اس حدیث پر ابن جوزیؒ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قلت: صرح ابن عدی بأن الحديث منكر فليس بموضوع، وله شاهد من حديث ابن عباس رضی الله عنه أخرجه الطبراني"

"میں کہتا ہوں کہ ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، چنانچہ یہ موضوع نہ ہوئی، اور ابن عباسؓ کی حدیث سے اس کی ایک مؤید روایت بھی ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔"

راقم کہتا ہے کہ طبرانی کی اس ابن عباسؓ سے مروی حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"إن الله تعالى يدعو الناس يوم القيامة باسمائهم سترًا منه على عباده"[۴]

"یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان پر پردہ پوشی کی خاطر انکے ناموں سے بلائے گا۔"

مگر یہ حدیث درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر شاہد بننے کے قابل نہیں:

الف: اس میں لوگوں کو ان کے ناموں سے بلائے جانے کا ذکر ہے، ماؤں کے ناموں سے بلائے جانے کا ذکر نہیں۔

ب: اس کی سند بھی سخت ضعیف بلکہ موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں اسحٰق بن بشیر ابو حذیفہ ہے جو متروک بلکہ کذاب ہے۔ علامہ البانیؒ نے اس کو الضّعیفہ (۴۳۴) میں موضوع کہا ہے۔

---

۱ الموضوعات از ابن جوزی: ۳/۲۴۸

۲ میزان الاعتدال از ذہبی: ۱/۱۷۷

۴ المعجم الکبیر از طبرانی: ۱۱/۱۲۲

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

تنبیہ

حافظ ابن حجرؒ نے ابن بطال کا یہ قول:

في هذا الحديث رد لقول من زعم انهم لا يدعون يوم القيامة إلا بأمهاتهم سترا على آبائهم[1]

''اس حدیث (ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جھنڈا نصب کرنے والی) میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ اس میں ان کے باپوں کی پردہ پوشی کی گئی ہے۔'' ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

قلت: هو حديث أخرجه الطبراني من حديث ابن عباس وسنده ضعيف جدًا، وأخرج ابن عدي من حديث أنس مثله، وقال: منكر أورده في ترجمة إسحاق بن إبراهيم الطبرى[2]

''میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ابن عدیؒ نے اس جیسی حدیث انسؓ سے بھی روایت کی ہے اور اسے منکر کہا ہے۔ انہوں نے اسکو اسحاق بن ابراہیم طالقانی طبری کے ترجمے میں روایت کیا ہے۔''

راقم کہتا ہے کہ حدیثِ ابن عباسؓ میں "بأسمائهم" تو ہے، "بأمهاتهم" نہیں۔ اس طرح حافظ ابن حجرؒ کا "حديث أنس مثله" کہنا بھی درست نہ ہوا کیوں کہ اس حدیث میں "بأمهاتهم" ہے۔ یہی وہم علامہ ابوالطیب عظیم آبادی سے بھی ہوا ہے کہ انہوں نے حدیثِ ابن عباسؓ کو لفظ "بأمهاتهم" سے ذکر کیا ہے، نیز اُن سے ایک لغزش یہ بھی ہوئی ہے کہ اُنہوں نے کہا ہے کہ حدیثِ ابن عباسؓ کو طبرانی نے بسندِ ضعیف روایت کیا ہے جیسا کہ ابن قیمؒ نے حاشیۃ السنن میں کہا ہے جبکہ ابن قیمؒ نے حدیثِ ابن عباسؓ کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے حدیثِ ابوامامہؓ کا ذکر کیا ہے جو عنقریب آرہی ہے۔[3]

---

1 فتح الباری: ۱۰/ ۵۶۳؛ شرح البخاری از ابن بطال: ۹/ ۳۵۴

2 فتح الباری: ۱۰/ ۵۶۳

3 عون المعبود: ۸/ ۲۸۳ اور تہذیب السنن: ۷/ ۲۵۰

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

۲۔ حدیثِ ابن عباسؓ: اس حدیث کا ابھی حدیثِ انسؓ کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ دو وجوہ کی بنا پر اس حدیث سے دلیل لینا درست نہیں۔

۳۔ حدیثِ ابو امامہؓ: یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں میّت کو دفن کر دینے کے بعد اسے تلقین کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

إذا مات أحدكم من إخوانكم فسويتم التراب علىٰ قبره فليقم أحدكم على رأس قبره ثم ليقل: يا فلان بن فلانة! فإنه يسمعه، ولا يجيب ثم يقول: يا فلان بن فلانة! ... وفي آخره. فقال رجل: يا رسول الله! فإن لم يعرف أمه قال: فينسبه إلى حواء، يا فلان بن حواء[1]

"جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی مر جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی کو برابر کر لو تو تم میں سے کوئی ایک اس کی قبر کے سر پر کھڑا ہو، پھر کہے: اے فلاں! فلاں عورت کے بیٹے، سو یقیناً وہ اس کی بات کو سنتا ہے لیکن جواب نہیں دے پاتا۔ پھر کہے: اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے! (اور اس حدیث کے آخر میں ہے) ایک آدمی نے سوال کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ اس کی ماں کو نہ جانتا ہو؟ فرمایا: وہ اس کو حوّا کی طرف منسوب کرے اور کہے: اے حوا کے بیٹے!"

مگر اس حدیث کو بھی بطورِ دلیل لینا درست نہیں کیوں کہ یہ سخت ضعیف ہے۔ طبرانی نے سعید بن عبد اللہ اَودی کی سند سے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے اور حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے:

"وفي اسناده جماعة لم أعرفه"[2] "اس کی سند میں کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنہیں مَیں پہچان نہیں سکا۔" یعنی اُن کو ان کے تراجم نہیں ملے۔

امام ابن قیمؒ نے اس حدیث کو اس لیے بھی رد کر دیا ہے کہ یہ صحیح احادیث کے خلاف ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"ولكن هٰذا الحديث متفق علىٰ ضعفه، فلا تقوم به حجة فضلا عن أن

---

۱ المعجم الکبیر از طبرانی: ۲۹۸/۸، حدیث نمبر: ۷۹۷۹.. وسندہ ضعیف جداً بل موضوع

۲ مجمع الزوائد: ۴۸/۳

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

يعارض به ما هو أصح منه"[1]

''لیکن اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے، لہٰذا اس سے حجت قائم نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ اس کو صحیح حدیث کے مقابلے میں لایا جائے۔''

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا عثمان بن عفانؓ کی حدیث سے بھی رد ہوتا ہے۔ جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

«استغفروا لأخيكم وسلوا له التثبيت، فإنه الآن يُسأل»[3]

''اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر میت کے لیے استغفار اور ثابت قدمی کا سوال کیا جائے گا، نہ کہ اس کو تلقین کی جائے گی۔ محدث ابن علّان شافعی (م ۱۰۵۷ھ) نے اس کو حدیثِ ابی امامہ کے شواہد میں ذکر کیا ہے۔[4]

اور کس قدر عجیب بات ہے کیوں کہ استغفار، ثابت قدمی کی دعا اور تلقین میں بہت فرق ہے اور صحیح احادیث سے جو تلقین ثابت ہے، وہ قریب الموت آدمی کے بارے میں ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَقّنوا موتاكم لا إله إلا الله»[5]

'' اپنے مُردوں (قریب المرگ لوگوں) کو لا إلٰه إلا الله کی تلقین کرو۔''

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی قابل اعتماد حدیث ایسی نہیں ہے کہ جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ روزِ قیامت آدمی کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا بلکہ عبد اللہ بن عمرؓ کی مذکورہ صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کے نام سے بلایا جائے گا۔ جبکہ آیتِ مبارکہ سے استدلال کی حقیقت اور لفظ 'امام' کی بحث آپ پڑھ آئے ہیں۔

---

۱ تہذیب السنن: ۷/ ۲۵۰

۳ سنن ابو داود: ۳۲۲۱؛ مستدرک حاکم: ۱/ ۳۷۰ سندہ حسن، وقال الحاکم: صحیح ووافقہ الذہبیؒ

۴ الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویۃ از ابن علان شافعی: ۴/ ۱۹۶

۵ صحیح مسلم: ۶/ ۲۱۹، ۲۲۰

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث

magazine.mohaddis.com

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر 'امام' کی تفسیر 'ماؤں' سے نہ کریں تو اس کی اصل تفسیر ہے کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

روایات میں تطبیق کی کوشش

بعض علما نے مذکورہ روایات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، وہ یوں کہ جس حدیث میں باپ کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے، وہ صحیح النسب آدمی کے بارے میں ہوا اور جس میں ماں کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے، وہ دوسرے آدمی کے بارے میں ہے۔ یا یہ کہ کچھ لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے اور کچھ لوگوں کو ان کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس جمع یا تطبیق کو عظیم آبادی نے علقمی سے نقل کیا ہے۔[1]

بعض نے ایک دوسرے طریقے سے تطبیق دی ہے، وہ یہ کہ خائن کو اس کے باپ کے نام سے اور غیر خائن کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا اور اس کی جمع کو ابن علان نے شیخ زکریا سے نقل کیا ہے۔[2] بعض نے حدیثِ ابن عمرؓ کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ اس آدمی کے بارے میں ہے، جو ولد الزنا نہ ہو یا لعان سے اس کی نفی نہ کی گئی ہو۔[3] مگر یہ سب تکلفات ہیں کیوں کہ جمع اور تطبیق کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے، جب دونوں طرف کی روایات صحیح ہوں جبکہ حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو روایات ہیں وہ انتہائی ضعیف قسم کی ہیں۔ نیز اصل یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔ ابن بطال لکھتے ہیں:

والدعاء بالآباء أشد في التعريف وأبلغ في التميز وبذلك نطق القرآن والسنة[4]

"باپوں کے نام سے بلانا پہچان میں زیادہ واضح اور ممتاز کرنے میں زیادہ بلیغ ہے اور قرآن و سنت بھی اسی پر شاہد ہیں۔"

---

۱ عون المعبود: ۸/ ۲۸۳

۲ الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویۃ از ابن علان: ۶/ ۱۰۴

۳ الفتوحات الربانیہ: ۶/ ۱۰۴

۴ شرح البخاری لابن بطال: ۹/ ۳۵۴

مجلس تحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ محدث